DARYAFT: ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 15, Issue 01,(June 2023): DOI # https://doi.org/10.52015/daryaft.v15i01.293

ڈاکٹر اللہ یار ثاقب
صدرِ شعبہ اردو، حزب الرحمن اسلامک سائنس کالج، کمالیہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
ڈاکٹر سائرہ ارشاد
لیکچرار اردو، گورنمنٹ صادق ویمن کالج یونیورسٹی، بہاول پور

مصطفیٰ کریم کے افسانوں میں سماجی و نفسیاتی تناظرات

Dr. Allah Yar Saqib
HOD Urdu, Hizb-ur-Rehman Islamic Science College, Kamalia, Toba Tek Singh
Dr. Saira Irshad
Lecturer Urdu, Govt. Sadiq Woman University, Bahawalpur

Socio-psychological perspectives in Mustafa Karim's fiction

ABSTRACT

Mustafa Karim is an epoch-making fiction writer of Urdu who, while maintaining the tradition of fiction, has also given new freshness to the eastern and western perspective of fiction. His fictions are excellent in terms of technical, artistic and thematic aspects, while the themes are East and West society, World War I and II, partition of India, migration problems, violence in religions, human tolerance, class division and psychology, problems of immigrants. , made the theme of sexual freedom and promiscuity. Most of his fiction depicts the life of immigrants and emigrants. Echoes of the past, consciousness and narrative style have been adopted in these legends. Every Short story is a manifestation of tragedy, sorrow, and suffering. This article gives a brief overview of his short stories.

Keywords: *Fiction, Society, Literature, Consciousness, culture,*

مصطفیٰ کریم صوبہ بہار (بھارت) کے شہر "گیا" میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔[۱] ابتدائی تعلیم پٹنہ کے کانوونٹ سکول سے حاصل کی۔ کالج کے دنوں میں تحریک پاکستان کے جلسے جلوسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان چلے گئے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس کیا اور پاک فوج میں بطور میڈیکل آفیسر عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۲ء میں استعفیٰ دے دیا اور قومی مرکز صحت میں خدمات سرانجام دینے لگے جہاں سے

Received: 13th Feb, 2023 | Accepted: 10th June, 2023 | Available Online: 30th June, 2023
DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

۱۹۷۹ء میں سبکدوش ہوئے۔ بعد ازاں برطانیہ چلے گئے اور وہیں پر ۲۰۱۶ء میں وفات پاگئے۔ انھوں نے افسانہ نگاری کا آغاز ۱۹۴۹ء میں کیا جب وہ ڈھاکہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے اور لکھنے کا یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔ ان کے افسانے ایک طرف تو روایات سے جڑے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ان کے افسانوں میں جدیدیت، روشن خیالی اور ترقی پسندی جیسے عناصر موجود ہیں۔

مصطفیٰ کریم کے ادبی سرمائے میں تین ناول، دو ناولٹ، تین افسانوی مجموعے اور متعدد تحقیقی و تنقیدی کتابیں شامل ہیں۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "گگلو" ۱۹۸۵ء میں، دوسرا افسانوی مجموعہ "دو شاخیں لچکتی ہوئی" ۱۹۹۸ء میں جب کہ تیسرا افسانوی مجموعہ "عجائب گھر" ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ ان کے زیادہ تر افسانے تارکینِ وطن اور ہجرت کر جانے والوں کی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان افسانوں میں ماضی کی بازگشت، شعور کی رو اور بیانیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ ہر افسانہ المیہ، دکھ اور کرب کا مظہر ہے۔

مصطفیٰ کریم اردو کے ایک عہد ساز افسانہ نگار ہیں جہاں انہوں نے افسانے کی روایت کو قائم رکھا وہیں افسانے کو مشرقی و مغربی تناظر میں نئی تر و تازگی بھی بخشی۔ ان کے افسانے تکنیکی، فنی اور موضوعاتی لحاظ سے عمدہ ہیں جب کہ موضوعات میں مشرقی و مغربی معاشرت، جنگِ عظیم اول و دوم، تقسیم ہند، ہجرت کے مسائل، مذاہب میں تشدد، انسانی رواداری، طبقاتی تقسیم کے علاوہ نفسیات، تارکین وطن کے مسائل، جنسی آزادی اور بے راہ روی کو موضوع بنایا۔ مصطفیٰ کریم نے دنیا میں محکوم و مظلوم اسلامی ریاستوں (بوسنیا، فلسطین) کی آزادی کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ ان کی افسانہ نگاری سے متعلق ارمان نجمی رقم طراز ہیں:

> "مصطفیٰ کریم نے اپنے زمانے اور وقت میں رونما ہونے والے واقعات و سانحات کو ان کے معاشی، معاشرتی، نفسیاتی و سیاسی تناظر میں پیش کر کے اپنے گرد و پیش کی سچائیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا ہے۔ یہ ہم عصری ان کے افسانوں کی ایک بڑی خصوصیت ہے۔ ان میں جبر کی زد میں رہنے والے افراد کے گھر، خاندان، پیدائش، موت، محبت، کبر سنی، امید و ناامیدی کی جانی پہچانی آویزشوں کا اندراج ہے۔ یہ جبر کئی جہتوں سے نازل ہوتا ہے۔ کہیں تنہائی یا جدائی کی شکل میں تو کہیں محبت اور رفاقت کی شکل میں بھی، کہیں ذہنی خلل تو کہیں دماغی یا نفسیاتی مرض کی صورت میں۔ انسانوں کی شخصیت کے بکھرتے ہوئے تار و پود ہمیں فرد اور معاشرہ دونوں کے زوال کا آئینہ دکھاتے ہیں۔ یہ زوال، انحطاط، بے تعلقی تو کہیں بے معنویت کی حدوں کو چھونے لگتا ہے۔ فرد کو بے حد و حساب آزادی بلکہ چھوٹ مل جائے تو لا مرکزیت کی بے ہئیتی میں اپنے پنجے گاڑ لیتی ہے"۔ (۲)

مصطفی کریم نے اپنی زندگی کا جو حصہ جہاں گزارا وہیں سے افسانوں کا خمیر اکٹھا کیا۔ ہندوستان، بنگلہ دیش، کشمیر، پاکستان اور یورپ، خاص طور پر اسکاربرو کے پس منظر میں لکھے گئے افسانے قابلِ دید ہیں۔ مجموعی طور پر مصطفی کریم کے افسانوں میں جو جہتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں ان میں معاشرتی، جنسی، نفسیاتی اور علامتی پہلو نمایاں ہیں۔ کسی تخلیق میں تخلیق کار کا عکس، معاشرت یا کردار جھلکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک تخلیق کار اپنی تخلیق کا مواد کسی بھی دھرتی سے لے سکتا ہے۔ مصطفی کریم کا مواد کسی ارضیت کا مقید نہیں ہے۔ وہ قریہ قریہ پھرتے اور نگری نگری سے کردار تلاش کرتے ہیں۔

مصطفی کریم کا المیہ یہ ہے کہ وہ متحدہ ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان سے قربت کے باوجود دوری پر ہیں اس لیے ان کے افسانوں میں جدائی کا درد شدت سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے ان کے افسانے ”دو شاخیں لچکتی ہوئی“، ”آزادی کی پچاسویں سالگرہ“ اور ”پتا جی سے ملاقات“ کو بطور خاص دیکھا جا سکتا ہے ہیں، ان افسانوں میں مصطفی کریم کسی نہ کسی طور اپنے کرب کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

کسی تخلیقی کام کا محرک کوئی نہ کوئی حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ تقسیم ہند اس دور کے ادبا کے ہاں ایک لمبے عرصے تک زیر بحث رہی۔ جس کے نتیجے میں تخلیق کار کو ان گنت تجربات سے گزرنا پڑا۔ کئی خون آلود شاموں کے مناظر دیکھنے کے علاوہ نفسیاتی مسائل سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ مصطفی کریم کا ”آزادی کی پچاسویں سالگرہ“ ایسا افسانہ ہے جو پاک بھارت آزادی کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ اس میں ایک ایسی الجھن ہے جو افسانے میں نفسیاتی ماحول پیدا کر دیتی ہے۔ دیارِ غیر میں پندرہ اگست، ہندوستان کے جشن آزادی کی تقریب میں شمولیت، عجیب طرح کی کشمکش میں مبتلا کرتی ہے مگر ”قربت“ کا رشتہ دونوں ممالک کے لوگوں کو میل جول پر مجبور کرتا ہے۔ ایشیائی ہونے کی بدولت تہذیب و تمدن میں مماثلت پائی جاتی ہے جب کہ مشترک زبان کی وجہ سے ایک دوسرے کے احساسات کو سمجھنا آسان ہے۔ اسی لیے اختلاف کے باوجود یہ ایشیائی ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشی غمی میں شریک ہوتے ہیں۔

اردو ادب میں تحریکِ آزادی، تقسیم ہند، فسادات، ہجرت، سقوطِ ڈھاکہ جیسے موضوعات کافی سرگرم رہے ہیں۔ ہر ادیب اور خاص طور پر افسانہ نگار نے اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ضرور ڈالا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ”ہجرت“ موضوع افسانے میں سب سے زیادہ برتا گیا۔ فسادات اپنی نوعیت کے اعتبار سے خوفناک مگر عارضی تھے اس کے برعکس ہجرت کے اثرات دوررس ثابت ہوئے۔ یہ سلسلہ نسل در نسل آج بھی موجود ہے۔ یہ ہجرت (پاکستان و بھارت کی ہو یا سات سمندر پار کی) زندگی کے تمام شعبوں بالخصوص سیاست، ثقافت، معیشت اور انتظامیہ کو متاثر کرتی ہے۔ مصطفی کریم کی تحریروں میں ہجرت ایک اہم ترین موضوع ہے۔ ان کے زیادہ تر افسانوں میں کہیں نہ کہیں ہجرت کی جھلک ضرور نظر آئے گی۔

مغرب میں رہائش پذیر عہدِ حاضر کا انسان اپنی تمام تر مصروفیات، رونقوں اور بزم آرائیوں کے باوجود تنہائی کا شکار ہے خواہ وہ مغربی باشندہ ہو یا تارکِ وطن، باہر کی تنہائی نے اسے اندر سے بھی تنہا کر دیا ہے۔ دیکھنے میں یورپ کے شہر رونق سے بھرپور نظر آتے ہیں مگر وہاں کے مکین اندر سے کھوکھلے ہیں، اس تنہائی کی کئی وجوہات ہیں، خاص طور پر تارکین وطن کے سماجی و نفسیاتی مسائل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مغرب کے شہروں کو جنگل قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہاں کوئی ہمدرد و غم گسار نہیں ملتا۔ ان وجوہات میں ایک وجہ خاندانی نظام کی شکست و ریخت ہے۔ آج کا مغربی معاشرہ اپنے ہی بنائے ہوئے نظام کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر کے بعد اولاد والدین سے مکمل طور پر آزاد ہو جاتی ہے اور بوڑھے والدین تنہائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مصطفی کریم کے افسانوں میں کوئی بھی کردار (مرد ہو یا عورت) انفرادی یا اجتماعی سطح پر دکھ، درد یا المیے سے خالی نہیں، خواہ کیفیت ہجرت کی ہو یا معیشت و معاشرت کو موضوع بنایا گیا ہو، اپنے جاندار انداز سے خود کو منواتا ہے۔ مصطفیٰ کریم نے اپنے افسانوں میں جن مسائل سے پردہ چاک کیا ہے ان میں پاکستان کے کسانوں و مزدوروں کے علاوہ تیسری دنیا میں بے روزگار افراد شامل ہیں جو ایسی کرب آمیزی کا سامنا کرتے ہیں کہ پیروں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔

مصطفی کریم کی زندگی کا زیادہ تر حصہ یورپ میں گزرا اس لیے وہ وہاں کے رسم و رواج سے بخوبی واقف ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے وہاں کی مذہبی رسوم کو بھی بہت قریب سے دیکھا۔ وہ اسلام اور عیسائیت میں یہ فرق محسوس کرتے ہیں کہ مولوی اپنی تقریروں میں جنت اور دوزخ سے آگاہ کرتے ہیں لیکن پادری مرے ہوئے آدمی کی خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ مصطفی کریم جزوی طور پر مذہبی ہیں لیکن کلی طور پر ان کا رجحان روشن خیالی کی طرف ہے، وہ مذہب کو حقیقت کے سامنے رکاوٹ نہیں بننے دیتے بلکہ جو سچ ہے وہی صاف لفظوں میں کہہ دیتے ہیں۔ وہ مذہب میں تعصب کے قائل نہیں بلکہ معتدل مزاج رکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں "زخمی ہوا"، "وجہ" اور "مداوا" میں یہ عکس دکھائی دیتا ہے۔

مصطفی کریم نے جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا (سیاہ یا سفید) اسے من و عن قاری کے سامنے پیش کیا۔ ان کے جنسی حوالے سے منظرِ عام پر آنے والے افسانوں میں " دوشاخیں لچکتی سی"، " جل"، " تین مرد"، " صلہ"، " گلو"، " فیصلہ"، "سات منٹ"، " ناکردہ گناہ"، "وہ ایک خلش مخصوص سی"، "وجہ"، " انوکھی سزا"، " بھیڑیا"، "ایک چوتھائی"، "دلدل" اور "عجائب گھر" شامل ہیں۔ مصطفی کریم کے موضوعاتی تنوع کو ناقدین کی طرف سے ترقی پسند، حقیقت پسند، فحش نگار یا روشن خیال کے زمرے میں لایا جا سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مشاہدے و تجزیئے کو قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ بقول سیدہ حنا:

"اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بالکل اوریجنل ہے۔ اس کا کوئی افسانہ پڑھتے ہوئے ہمیں کوئی مصنف، کوئی افسانہ یا افسانہ نگار یاد نہیں آتا لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنی بہت سی سوچیں اور اپنے ارد گرد بہت سے لوگ یاد آجاتے ہیں۔"(۳)

مصطفی کریم کے افسانوں میں ایسے جملے و مناظر کشی دکھائی دیتی ہے جو عریانی و فحاشی کے زمرے میں آسکتی ہے مگر سماجی و معاشرتی لحاظ سے جنس نگاری کی بجائے حقیقت کے زیادہ قریب قرار دیا جاسکتا ہے:

"سوسن کی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ اینڈریو نے بلاؤزر کی زِپ کھول دی، سوسن نے اسے جسم سے الگ کیا اور پھر انگیا کو اتار پھینکا، اینڈریو نے ایک لمحہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔"(۴)

مصطفی کریم کے افسانوں میں حقیقت نگاری کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ وہ زندگی کی سچائیوں کا کشف کرتے ہیں۔ ان کے ذاتی مشاہدات، تجربات اور محسوسات افسانوں میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ مصطفی کریم کے افسانے معاشرے کے نشیب و فراز کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری کے مصطفی کریم کے متعلق رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر مصطفی کریم کا پیشہ ڈاکٹر ہے اور شوق افسانہ نگاری ہے۔ گویا وہ ہر لحاظ سے انسانوں کی جسمانی اور ذہنی صحت کے لیے کوشاں ہیں۔ مغرب کے چند اچھے افسانہ نگاروں میں شامل ہونے کے باوجود ادبی منظر پر اس آب و تاب کے ساتھ نظر آتے (ہیں) جس آب و تاب کے ساتھ ان سے بعض کم تر درجے کے افسانہ نگار نظر آتے ہیں۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ لفظ کی حرمت اور طاقت میں یقین رکھتے ہیں اور ادبی شہرت کے لیے غیر ادبی ہتھکنڈے استعمال نہیں کرتے۔"(۵)

مصطفی کریم کے افسانوں میں تحلیلِ نفسی، یاسیت، تنہائی، نارسائی اور زہرِ خند تکنیک کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ ان کی کہانیاں معاشرتی المیے کی عکاس ہیں، وہ کسی ایک گھر کا نہیں بلکہ اجتماعی رویوں کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ مصطفی کریم نے جہاں زندگی کا کچھ حصہ گزارا اسے اپنی یاداشت میں محفوظ کرلیتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں ماضی بعید کے دھندلکوں کی جھلک کے علاوہ اپنے آبا کی خاک کے متلاشی بھی نظر آتے ہیں۔

مصطفیٰ کریم کے افسانوں میں نہ صرف موضوعات کا تنوع ہے بلکہ فنی لحاظ سے بھی مربوط ہیں۔ ان کے افسانوں میں تکنیکی لوازمات موجود ہیں۔ اردو فکشن میں منظر نگاری اور جزئیات نگاری کے ذریعے نہ صرف مناظرِ فطرت کی عکاسی مقصود ہوتی ہے بلکہ اپنے عہد کی ترجمانی بھی بہتر انداز میں کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح سراپا نگاری اور تصویر کشی بھی ایک فن ہے، جب ایک مصور رنگوں سے مناظر کی عکاسی کرتا یا کیمرے کی آنکھ سے دیکھتا ہے تو وہ

اپنے فن کی بدولت تخلیق میں حقیقت کے رنگ بھر دیتا ہے۔ ایک قلم کار بھی لفظوں کے رنگوں سے خوب صورت تصویریں پیش کرنے کا ڈھنگ جانتا ہے۔ عظیم مصوروں کی طرح قلم کار بھی ماہر نقاش ہوتا ہے، وہ لفظوں سے میناکاری کرتا ہے۔ مصطفی کریم کو ایک ایسے مصور کا پرتو قرار دیا جاسکتا ہے کہ عمدہ فن کی بدولت اس کے شاہکار کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ مصطفیٰ کریم کے مصورانہ فن کی ایک جھلک اس اقتباس میں دیکھیے کس طرح وہ اپنے کردار کو پیش کر رہے ہیں:

"تمہاری طویل قد و قامت، کسرتی جسم، دھوپ میں جلا ہوا سفید رنگ، سیاہ بال، چہرے پر گر بروت، آفٹر شیو کی خوشبو تو جسم سے بگشوش کولون اور ایسٹ جیڈ کے پاؤڈر کی مست کر دینے والی مہک۔"(٦)

مصطفی کریم کو فطرت سے خاص لگاؤ ہے۔ ان کی نظریں کبھی آسمانوں میں اڑتی تتلیاں دیکھتی ہیں، کبھی پہاڑ اور کبھی وادیاں۔ فطرت کے یہ حسین مناظر دل کو خوش کن بنا دیتے ہیں۔ فطرت کی رنگا رنگی کا ماحول رومان پرور بنا دیتی ہے۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

آسمان میں اُڑتی بدلیاں، ایک کے پیچھے دوسری، اور اُن میں ٹنگا سورج، دھوپ چھاؤں کا کھیل، پہاڑیاں، ٹیلے، درخت اور پگڈنڈیاں، خم دار، اوپر نیچے جاتی ہوئی، کبھی وادیوں میں گم اور کبھی کسی پہاڑ پر نمایاں، اُن پر چلتے ہوئے اکّے دکّے راہ گیر، اور ہوا خنک، نرم اور آزاد۔(٧)

اس اقتباس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ مصطفیٰ کریم نے کس مہارت قدرتی ماحول کی عکاسی کی ہے۔ فضاؤں میں اڑتے بادل اور ان بادلوں سے آنکھ مچولی کھیلتا سورج، کھیتوں کھلیانوں اور وادیوں میں گم ہوتی پگڈنڈیاں الغرض مناظرت فطرت کی خوب عکاسی ملتی ہے۔

مصطفی کریم کے افسانوی کرداروں پر بات کی جائے تو ان کے کرداروں کی ایک وسیع دنیا آباد ہے۔ ان کے تخلیقی کرداروں میں صداقتِ اظہار کی روش موجود ہے۔ مصطفی کریم کے افسانوں میں وسعت اور ہمہ گیریت پائی جاتی ہے۔ ان کے کردارں میں ہجرت کرنے والے، تارکین وطن، ماضی میں جھانکتے اور تنہائی کا شکار لوگ ہیں۔ جب کہ موضوعاتی حوالے سے ہوس زر اور خود غرضی جیسے عوامل کار فرما ہیں۔ مصطفی کریم کے زیادہ تر کردار بورژوائی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے کردار تحلیل نفسی (Psycho Analysis) کے ذریعے خود کو منواتے ہیں۔ مصطفی کریم کے اکثر کردار ہسٹریائی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ افسانہ "ملکہ معظمہ" کی نائلہ جیسے بہت سے کردار کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہیں،

اسی طرح "زندگی اے زندگی" کا "نعیم" بھی نفسیاتی مرض میں مبتلا ہے۔ ان کے کرداروں میں سچائی جھلکتی ہے۔ یوں بھی مصطفی کریم خود سچائی سے متعلق لکھتے ہیں:

"میں نے افسانوں میں plausibility کو بہت اہمیت دی ہے۔ یہ صرف میری رائے نہیں، بلکہ اکثر و بیشتر ناول اور افسانوں کے مبصروں کی آرا ہیں۔ منٹو یقیناً بہت بڑے افسانہ نگار تھے۔ پھر بھی ان کے دیگر افسانوں میں بھی اس عنصر کی کمی ہے۔ ممکن ہے اس موقعے پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ افسانہ فکشن ہے اور اس میں سچائی یا Plausibility کی تلاش غلط ہے اور اس میں کرداروں کی درست شکل دیکھنی ہے، تو اخبار سوانح عمری پڑھیئے۔"(۸)

کردار نگاری کے ساتھ، افسانے کا پلاٹ، منظر کشی اور تہذیب و معاشرت افسانے کی مقبولیت کا سبب بنتے ہیں۔ یہ وہ عناصر ہیں جو قاری کو اس معاشرتی ماحول سے آگاہ کرتے ہیں، جہاں سے اس افسانے کا خمیر اٹھایا گیا ہے۔ مصطفی کریم نے افسانوی طرزِ نگارش کو خوب نبھایا ہے۔ ان کے یہاں مقامی لب و لہجہ اور رسم و رواج کا حقیقی عکس نظر آتا ہے۔ کسی کردار کی زبان سے اس کی مقامی زبان کا لہجہ افسانے میں خوب سجتا ہے۔ مقامی زبان اور لب و لہجے کی جھلک دیکھیے:

"صاب نالا چڑھ آیا ہے۔ اَم لوگ اس کو نئیں (نہیں) پار کر سکتا اَے (ہے) نیچے دلاں کی سرائے اَے اَم (ہم) واں (وہاں) رک سکے گا۔"(۹)

اسی طرح:

"صاب کیا معلوم۔ دنیا بدلتا رہتا اے۔ دنیا عجیب اے۔ لوگ باگ عجیب اے۔ اور اندو (ہندو) آیا۔ پھن (بدھ مت کا لوگ آیا۔ پھن مغل، ایرانی۔ بعد میں سکھ۔ شاید ادر (ادھر) کوئی سڑک جاتا او (ہو) اور اس پر کوئی بادشاہ سرائے بنا دیا۔ اب سڑک نئیں اے۔ بس یہ ہے۔"(۱۰)

مصطفی کریم نے جب افسانہ لکھنا شروع کیا اس وقت افسانوی ادب میں نیا موڑ آچکا تھا۔ ترقی پسند تحریک تنظیمی طور پر ختم ہونے کو تھی لیکن ترقی پسند مصنفین انفرادی طور پر اپنے جذبات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے تھے۔ جدیدیت، مابعد جدیدیت، ساختیات، پس ساختیات اور لسانی تشکیلات جیسی اصطلاحیں اردو ادب میں وارد ہو چکی تھیں۔ سیدھی سادی بات کو گھما پھرا کے بیان کرنے کا ہنر زور پکڑ چکا تھا۔ اردو افسانے میں بھی یہ جہتیں اس حد تک حاوی ہو چکی تھیں کہ عام کہانی کو قبول ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ اس نئے افسانے میں کیا چیز لازمی تھی اور کیا نہیں اس

بات پر بھی بڑا زور تھا۔ اردو افسانے کے اس نئے اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش نے اسلوب کو درج ذیل چار منفرد زمروں میں تقسیم کیا ہے:

"الف۔ استعاراتی، رمزی، اور علامتی اسلوب   ب۔ تجریدی اور شعری اسلوب

ج۔ ملفوظاتی، حکایاتی اور داستانی طرز بیان   د۔ بیانیہ انداز "(۱۱)

مصطفی کریم کے افسانوں میں کوئی ایک اسلوب یا طرز نگارش نہیں، ان کے افسانو ں میں جس طرح موضوعات کا تنوع ہے اسی طرح انھوں نے تمام طرز نگارش کو اپنایا ہے۔ استعاراتی ہو، رمزی، علامتی، تجریدی، ملفوظاتی یا بیانیہ رنگ مصطفی کریم کے نوکِ قلم سے گزرا ہے۔

اردو افسانے نے بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں نئی کروٹ لی۔ معاشی و اقتصادی حالات اور معاشرتی طور پر ہونے والی بے ثباتی سے انسانی اعصاب پر بیزاری کے تاثرات اُمڈ آئے۔ علامت، استعارے اور تجرید اردو ادب میں در آئے۔ خالدہ مسعود، مسعود اشعر، رشید امجد، انتظار حسین، منشایاد، مرزا حامد بیگ، مظہر الاسلام اور احمد داؤد وغیرہ نے علامت اور استعارے سے افسانے کو نیا روپ دیا۔ بعض افسانہ نگار تو اسے حد تک آگے بڑھ گئے کہ افسانے سے کہانی سرے سے ہی غائب کر دی۔ مصطفی کریم نے تکنیکی طور پر ہر اس انداز کو اپنایا ہے جو جدید افسانے کے زمرے میں آتا ہے۔ علامت اور استعارہ ان کے افسانوی مجموعے "عجائب گھر" میں خاص طور پر نظر آتا ہے۔ وہ ترقی پسند افسانہ نگار ہیں مگر اس میں مقید نہیں رہنا نہیں چاہتے بلکہ ان کے افسانوں کا کینوس بہت وسیع ہے۔ جس کو وہ روشن خیالی کا نام دیتے ہیں۔ ڈاکٹر جواز جعفری رقم طراز ہیں:

"ان کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ اَن کہی کو موضوع بناتے ہیں اور ناگوار سچائیوں پر پردہ ڈالنے کی بجائے ان کی نقاب کشائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کے پاس افسانہ نگاری کا ہنر ہے اور یہ ہنر انہیں دنیا کے عظیم افسانہ نگاروں سے راہ و رسم پیدا کرنے کے نتیجے میں نصیب ہوا ہے۔ وہ بنیادی طور پر روشن خیال اور ترقی پسند قلم کار ہیں مگر یہ وہ ترقی پسندی نہیں ہے جو فنکار کو محدود کر دیتی ہے بلکہ اس ترقی پسندی کی بنیاد انسان کی وسیع تر قبولیت اور دوستی پر ہے۔"(۱۲)

مصطفی کریم کے افسانے موضوعات کے ساتھ ساتھ تکنیک میں بھی تنوع اور رنگارنگی کے حامل ہیں۔ ان کے اسلوب میں کثیر الابعادی (multi dimensionally) پائی جاتی ہے۔ جس سے فہم کی نئی اور خوب صورت اشکال سامنے آتی ہیں۔ جدت کے ساتھ ساتھ مصطفی کریم نے ادبی روایت میں موثر کردار ادا کیا، وہ تشبیہات، استعارات، اصطلاحات، علامات، رمزیت، اشاریت اور زبان و بیان کے سلیقے اور قرینے سے اپنے افسانوں کو مزین کرتے نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مصطفیٰ کریم، میں اور میں تخلیقی سفر (مضمون)، مشمولہ: روشنائی، کراچی، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۲ء، ص:۳۶

۲۔ ارمان نجمی، دوشاخیں لچکتی ہوئی: ایک تفصیلی مطالعہ، مشمولہ: مباحثہ، شمارہ نمبر ۱۹، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۵ء، ص:۷۶

۳۔ سیدہ حنا، سہ ماہی ابلاغ، پشاور، اپریل ۱۹۹۲ء

۴۔ مصطفیٰ کریم، گگلو، مکتبہ دانیال، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص:۲۰۶

۵۔ جواز جعفری، ڈاکٹر، اردو ادب: یورپ اور امریکہ میں، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص:۵۰۵

۶۔ مصطفیٰ کریم، گگلو، ص:۲۷

۷۔ مصطفیٰ کریم، دوشاخین لچکتی ہوئی، پیپل ٹری پریس، اسکاربرو (برطانیہ)، ۱۹۹۸ء، ص:۲۱۴

۸۔ مصطفیٰ کریم، افسانہ۔۔ قدیم جدید؟، مشمولہ: قومی زبان، دسمبر ۱۹۹۴ء، ص:۲۷

۹۔ مصطفیٰ کریم، عجائب گھر، شہرزاد، کراچی، ۲۰۱۳ء، ص:۲۰

۱۰۔ ایضاً، ص:۲۱

۱۱۔ سلیم آغا قزلباش، ڈاکٹر، جدید اُردو افسانے کے رجحانات، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۰ء، ص:۱۲۰

۱۲۔ جواز جعفری، ڈاکٹر، اردو ادب: یورپ اور امریکہ میں، محولہ بالا، ص:۵۰۴

References in Roman Script:

1. Mustafa Karim, Main aur Maira Takhliqi Safar (Essay), Mashmola: Roshanai, Karachi, Oct. to Dec. 2002, p:36
2. Arman Najmi, Do Shakhian Lachkti hoi: Aik Tafseeli Mutalia, Mashmola: Mobahisa, Issue No. 19, January to March, 2005, p:76
3. Syeda Hina, Sahmahi Iblagh, Peshawar, April 1992.
4. Mustafa Karim, Gigolo, Maktaba Daniyal, Karachi, 1985, p.206
5. Jawaz Jafari, Dr., Urdu Adab: Europe aur America main, Maktaba Alia, Lahore, 2020, p: 505
6. Mstafa Karim, Gigolo, Mawalabala, p:27
7. Mustafa Karim, Do Shakhian Lachkti hoi, People Tree Press, Scarborough (UK), 1998, p:214
8. Mustafa Karim, Afsana…Qadeem Jadeed?, Mashmola: Qaumi Zaban, Karachi December 1994, p: 27
9. Mustafa Karim, Ajaib Ghar, Shahrzad, Karachi, 2013, p.20
10. Ibid, p:21
11. Salim Agha Quzalbash, Dr., Jadeed Afsany ky Rujhanat, Anjuman Traqi Urdu Pakistan, Karachi, 2000, p. 120
12. Jawaz Jafari, Dr., Urdu Adab: Europe aur America main, Muhawalabala, p. 504